عید کا جوڑا

رفعت سراج

عید کا جوڑا

از

رفعت سراج

دیکھو دلہن۔۔۔ ننگے بھوکے نہیں ہیں ہم لوگ۔۔۔ اور نہ تمہارے ہاں کے عید کے جوڑے کے بنا میری بچی عید نہ منا سکی۔۔۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ خاندان کنبے میں ناک چوٹی کی فکر بھی کرنا پڑتی ہے۔ انہوں نے جھک کر پیک تھوکی اور گھٹنوں پر ہاتھ باندھ کر مزید تیز تیز منہ چلانے لگیں۔

خالہ جان میں نے آپ کو بتایا ناں۔۔۔

بس دلہن۔۔۔ آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ ہماری طرف سے بات ختم سمجھو۔۔۔ سر سلامت پگڑی بہت۔ انہوں نے منہ پھیر کر جواب دیا۔

خالہ جان۔۔۔ افشاں بھابی نے حیرت سے ان کو دیکھا۔۔۔ ایک عید کے جوڑے کی وجہ سے۔۔۔

ہم نے دیکھا نہیں تھک کبھی عید کا جوڑا۔ اس لیے راہ دیکھتے رہے تمہاری۔۔۔ تمام چاند رات۔ انہوں نے جل کر کہا۔ اور پھر جھک کر پیک تھوکی۔

محض عید کے جوڑے کی خاطر؟

تمہارے لیے ہوگا وہ عید کا جوڑا۔ ہمارے لیے تو ناک چوٹی کا سوال بن گیا تھا۔

میں نہیں سمجھتی خالہ جان۔۔۔ افشاں بھابی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

دیکھو دلہن۔۔۔ اب بحث کی تو گنجائش ہی نہیں۔

ہماری طرف سے آج بات بالکل ختم، سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے ویسے بھی اسد کے لچھن پسند نہیں تھے۔ وہ تو دوسروں کے دباؤ میں آ کر میں نے ہامی بھر لی تھی۔۔۔ زمانے بھر کی لڑکیاں تو اسے گھیرے میں لیے رہتی ہیں۔ گھر سے زیادہ باہر رہتا ہے۔

بس کریں خالہ جان۔ اب آپ کو لچھن نظر آ رہے ہیں۔ اسد جیسا کوئی داماد شاید ہی آپ کو ملتا۔ اتنی انا بھی اچھی نہیں ہوتی۔۔۔ ایک طرح سے بزرگ سمجھ کر میں نے آپ کے پاؤں چھو لیے۔۔۔ آپ کو میری بات کا اعتبار ہی نہیں آیا۔۔۔ ایسی بے اعتباری کی فضا میں تو رشتے واقعی بیکار ہیں۔

افشاں بھابی بھی برا مان کر کھڑی ہو گئیں اور نصیرہ بیگم منہ موڑے برابر پان چباتی رہیں۔

انہوں نے اجرک اٹھا کر لپیٹی۔

اچھا خدا حافظ۔۔۔ وہ باہر نکلنے لگیں تو برآمدے میں نیلوفر کھڑی نظر آئی۔۔۔ اس کا چہرہ پھیکا پڑ چکا تھا۔ وہ ستون سے ٹکی جانے کہاں گم تھی۔

جا رہی ہیں۔۔۔؟ اس نے اٹک اٹک کر بمشکل پوچھا تھا۔

ہاں بھئی۔۔۔ تمہاری امی جان کی یہی مرضی ہے۔۔۔ میں نے تو بہت کوشش کی انہیں سمجھانے کی۔ انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بڑے دکھ سے کہا۔

مجھے تو ساتھ یہ بھی فکر ہے کہ اسد کو بری خبر کیسے سناؤں گی۔ اور چاند میاں تو شاید رو ہی پڑیں۔ یہ سن کر کہ اب تمہارا اور اس کا دیور بھابی کا رشتہ نہیں رہا۔۔۔ کاش خالہ جان ٹھنڈے دل سے

سوچ سکتیں۔

انہوں نے آزردگی سے کہا اور اسکی پیشانی چوم کر اپنے بیٹے کو آواز دینے لگیں۔

ان کے جاتے ہی وہ اپنے کمرے میں گھس گئی اور نصیرہ بیگم شاید اسے سنانے کو اونچا بول رہی تھیں۔

ارے سمجھتے کیا ہیں یہ لوگ خود کو۔۔۔ اس قدر گئی گزری ہے میری بچی۔ اسد سے لاکھ اچھے رشتے جھولی پسارے کھڑے ہیں۔۔۔ لو۔۔۔ ان کے نزدیک عید کا جوڑا کوئی بات ہی نہیں۔ چاندرات کو لوگ آتے رہے اور پوچھتے رہے کہ کیا کیا آیا ہے نیلو کی سسرال سے۔۔۔؟ ارے کس قدر ہیٹی ہوئی نندوں کے سامنے۔۔۔ یہ نور افشاں سدا ننھی ہی بنی رہیں گی۔ خیر سے برسوں پرانی بیاہتا جرواہیں۔ ابھی تک انہیں ریتیں رسمیں ہی نبھانی نہیں آئیں۔ اللہ بخشے اس کی ساس کو۔۔۔ پانچ برس منگنی رہی۔۔۔ کیا تھال بھر بھر عید بخرید (بقرعید) پر جاتے تھے۔ انہیں نور افشاں کے گھر۔۔۔ دیور کی دفعہ میں ننھی بھولی بن گئیں کماؤ دیور ہے۔ اور یہ گنوں پوری۔۔۔ بیر چھواتی ہیں اور کمائی بھی اڑاتی ہیں۔ یہ گر بھی کسی کسی کو آتے ہیں۔

تو اللہ۔۔۔ اب یہ امی جان چپ بھی ہوں گی یا نہیں۔ لامتناہی بہتان طرازی پر نیلو کڑھ کڑھ کر بے حال ہو گئی تھی۔

کہہ رہی ہیں صرف عید کا جوڑا۔ ارے پتھر پڑی عقل ہے۔۔۔ اتنا نہیں پتا کہ منگنی کے بعد عید بخرید (بقرعید) پر سہیلیاں رشتے دار خصوصیت سے لڑکی کی عیدی دیکھنے آتے ہیں۔ جو آیا اسی نے پوچھا۔ عیدی کیسی آئی ہے۔۔۔ ابھی تک تو آئی نہیں آتی ہی ہو گی کہہ کہہ کر چاندرات بھی گزر گئی۔

وہ سہیل کی امی بھی بولی تھیں۔۔۔۔ دستور نہیں ہو گا ان کے ہاں۔۔۔

ارے سارے زمانے میں دستور ہے عیدی کا۔ یہ کیا غاروں میں رہتی ہیں۔ ارے میری کوئی ایسی کرکری کرے میں تو شکل نہ دیکھوں عمر بھر۔۔۔

بہانہ بھی کیا تو کیا۔۔۔ کہ چاند میاں انتظار کرتے رہے۔۔۔ کہ وہ رسالپور سے آجائیں تو عیدی لے کر جائیں۔ عید والے روز بھی چاند میاں نہیں پہنچے تو ہم سب بہت پریشان ہو گئے تھے۔۔۔ ہونہہ۔۔۔ کھانے چاٹنے کے ڈھکوسلے ہیں۔۔۔ دیوروں پر جتاتی رہیں کہ میں تم سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ تمہارے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔ ماں سے زیادہ چاہے پھا پھا کٹنی کہلانے۔۔۔ دیور تو ہیں نا سمجھ۔۔۔ کیا جانیں تریا چلتر۔

خدا کی پناہ۔ نیلو نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ کیا بنا دیا ہے امی جان نے افشاں بھابی کو۔ آگ ہی لگ جاان رسموں کو۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔۔

سارے خاندان کا کہنا تھا۔۔۔ تھانیدار تو تھے عمر حیات خان مگر اثرات ان کی بیوی میں آ گئے تھے۔ گھر کے بچوں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر میں تھانیداری دیکھی تھی۔ ایک مختصری رفاقت کے بعد عمر حیات خان ان کا ساتھ چھوڑ گئی۔ لیکن اس بیوگی میں بھی تھانیداری کا وہی عالم رہا۔

تین بیٹیاں تھیں۔ ارجمند، تاجور اور نیلوفر۔ دو بیٹیاں تو انہوں نے چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق بیاہ دی تھیں۔

بس اب نیلوفر رہ گئی تھی۔۔۔ جس کے رشتے بچپن ہی سے آ رہے تھے۔ لیکن ایک رشتہ انہیں اس بنا پر بہت پسند آیا کہ صرف تین بہن بھائی تھے۔ نہ ساس نہ سسر، نہ نند۔ یہ رشتہ ڈائریکٹ ہیری پر پتھر تھا یعنی اس رشتے میں کوئی درمیان میں نہیں تھا۔

نصیرہ بیگم کی دور کی رشتے دار بہن تھیں جو تین بچوں کو وراثت میں چھوڑ کر دو
بس پہلے گزر چکی تھیں۔ ساس کے مرنے کے بعد تمام ذمہ داری ان کی اولین بہو نور افشاں پر آ پڑی تھی۔

تاجور کی سسرال اور نور افشاں کی سسرال کے درمیان۔۔۔ صرف دو میٹر کا فاصلہ بمشکل ہوگا۔

تاجور کی شادی کو سات برس ہونے کو آ گئے تھے اور نیلو کبھی رات بہن کے ہاں نہیں ٹھہری تھی۔

اور نہ کبھی رجمند آپا کے ہاں۔ اگر کبھی اس کا جی بھی چاہتا کہ کسی بہن کے ہاں ایک رات ٹھہر جا تو امی جان اسے نظروں سے روک لیتیں۔ واپسی پر جواز بھی پیش کر دیتیں۔

بھرے پرے سسرال میں رہتی ہیں تمہاری بہنیں۔ اگر گھر ہوتا تو دوسری بات تھی۔ تاجور۔ ارجمند کے گھر والے ہیں لیکن تمہارا ان سے کوئی رشتہ نہیں۔ زمانے بھر کے جوان کنوارے رشتے دار بچے کدکڑے مارتے پھرتے ہیں۔۔۔ ان کے ہاں۔

بات ہی ایسی ہوتی کہ وہ کچھ نہ کہہ پاتی۔ ہمیشہ کی طرح خاموش ہو رہتی۔

اس روز تاجور آپی کے بڑے بیٹے کی سالگرہ تھی۔۔۔ انہوں نے اسے صبح ہی سے بلوا بھیجا تھا۔

وہ زرد پھول دار سوٹ میں ملبوس پسینے سے شرابور کام میں لگی ہوئی تھی۔ نصیرہ بیگم کی خوشدلی کی اجازت کیا ملی وہ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر اور ایک سوٹ نکال کر بیگ میں رکھ کر بہنوئی کے ساتھ اسی حلیے میں گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اتنی عجلت خوف کا نتیجہ تھی۔ ماں کا موڈ بدل جانے کا خوف۔ کبھی کبھار ہی اسے خوشدلی سے باہر جانے کی اجازت ملتی تھی۔

تاجور کے ہاں بہت سارا کام بکھرا پڑا تھا۔ حالانکہ اس کی ساس نندیں بھی کام کاج میں مصروف تھیں۔ وہ بھی ان کا ہاتھ بٹانے لگی۔ جب شام کو سارا گذر تیار ہو رہا تھا وہ کباب تل رہی تھی۔ کباب تل کر باہر آئی تو تاجور نے منت سے کہا۔

نیلی۔۔۔ جان۔۔۔ ذرا میری بیٹی کی زلفیں سنوار دو۔۔۔ میں ذرا مہمانوں کو دیکھ لوں۔۔۔

اور ہاں فٹافٹ تیار کر کے خود اور خود بھی تیار ہو کر آ جاؤ۔۔۔ شاباش۔۔۔

وہ تو عجلت میں باہر نکل گئیں۔ وہ بھانجی کو سامنے بٹھا کر اس کی منی منی پونی ٹیلز بنانے لگی۔

اللہ۔۔۔ نونو۔۔۔ تمہارے بال کتنے پیارے ہیں۔۔۔ اس نے چار سالہ بھانجی
کے ریشم ایسے بال نرمی سے ہاتھوں میں تھامے۔

نونو بنا جواب دیے اس کے گھٹنوں کے درمیان پھنسی کھڑی رہی۔

اس نے اس کے بال سنوار کر اس کی آنکھوں میں کاجل لگانا چاہا۔۔۔ نونو نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے۔۔۔ نیلی خالہ۔۔۔ میں نہیں۔۔۔ اس نے ادھورے الفاظ سے انکار کیا۔

جنگلی ہو۔۔۔اتنی پیاری لگتی ہیں آنکھیں۔۔۔۔اس نے ہتھیار ڈال کر اسے گھٹنوں کی قید سے آزاد کر دیا۔محبّ بھری سوچوں کے بیچ مسکراتی نیلوفر کا چہرہ دمک رہا تھا۔وہ جلدی سے تیار ہونے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی مگر بری طرح ٹپٹا گئی۔

سامنے سفید کرتے پائجامے میں ملبوس کنجی آنکھوں والا شخص بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

زرد قمیص اور ہم رنگ ہی چست پائجامے میں اس کا قامت بجلی کی طرح کوندا تھا۔

عمر کی بہاروں نے اپنے تمام تر دلکش رنگ اسے دے ڈالے تھے۔

اس نے مڑ کر دوپٹہ اٹھایا اور گھبرا ہوا انداز میں راہداری میں غائب ہوگئی تھی۔الجھے ہو بالوں والی چوٹی ابھی بھی وہیں جیسے ہلکورے لے رہی تھی۔

وہ جلدی جلدی تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آئی تو تاجور نے مسکرا کر نئے لوگوں سے اس کا تعارف کرایا۔

فیروزی کرتے شلوار۔سادہ سی چپل اور چاندی کی جھمکیاں پہنے وہ محفل میں واحد مؤنث تھی جس کا چہرہ میک اپ کی آلائش سے پاک تھا۔

شرمائی شرمائی۔دبی دبائی سی۔کتنے لوگوں نے ستائش بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔نور افشاں تو گویا اسے نظروں ہی میں لیے بیٹھی تھیں۔حیلے بہانے سے کوئی نہ کوئی بات کرنے لگتیں۔حالانکہ اس سے پہلے بھی اسے مل چکی تھیں۔

جب ریفریشمنٹ کی فارمیلٹی پوری ہوئی اور مہمان۔خوش گپیوں میں مصروف ہو گئے تو وہ تاجور کی دو نندوں اور ملازمہ کے ساتھ چیزیں اٹھوانے لگی۔برتن وغیرہ بھی سمیٹے جا رہے تھے۔اس نے کوارٹر پلیٹوں کا ایک ڈھیر اٹھا لیا۔اور ان ہی پلیٹوں پر چمچوں سے بھرا ہوا ایک پلاسٹک کا ڈونگہ بھی رکھ لیا۔پینٹری کی طرف مڑتے مڑتے پلیٹیں غیر متوازن ہو گئیں۔وہ گھبرا کر انہیں سنبھالنے کی کوشش میں حواس باختہ سی نظر آنے لگی تھی۔

اسی وقت کوئی نیکی کا فرشتہ آگے بڑھا اور تقریباً آدھی پلیٹیں ڈونگے سمیت اچک لیں۔

اس نے فرشتے کی شکل دیکھی تو بری طرح گڑبڑا گئی۔

آپ اپنی ٹانگوں سے زیادہ کام لیں گی تو ٹانگوں پر ٹیکس زیادہ لگے گا غالبا۔

جی۔جی۔؟؟وہ اسکی بات نہ سمجھ سکی۔مارے پریشانی کے جی۔جی کر کے رہ گئی۔

بھئی ایک مرتبہ میں اتنے سارے برتن اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔یہ کام دو چکروں میں بھی تو ہو سکتا تھا۔

وہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی میں چلتے ہو بولا۔

اس نے برتن رکھ کر اپنی دانست میں اس سے چھپ کر اپنے دوپٹے سے پیشانی پر چمکتے پسینے کے قطرے صاف کیے تھے۔

اس کے بعد اکثر تاجور نصیرہ بیگم سے خفیہ باتیں کرتی پائی گئیں۔نور افشاں نے بھی جلد جلد حاضری دینا شروع کی۔اور ان تمام معموں کا حل ایک روز نکل آیا۔جب نور افشاں نے ایک سادہ سی تقریب میں اس کی انگلی میں خوبصورت سی انگوٹھی پہنا کر اپنے دیور کی امانت بنایا۔

اس نے بھی ایک خوبصورت سا تصور اسد سے وابستہ کرلیا۔ اسے ان کی وہ پرشوق اور شریر نظریں بار بار یاد آئیں۔ جب بھابی اسے انگوٹھی پہنا رہی تھیں تو سرگوشی میں بولیں۔

اسد نے کہا تھا میری طرف سے ایک جملہ تحفے میں دے دیجیے گا۔ وہ آیا۔ اس نے دیکھا۔ اس نے فتح کرلیا۔

بار حیا سے اس کی پلکیں رخساروں پر لرز کر رہ گئی تھیں۔

ماں نے اسے ہمیشہ حقیقت کے کانٹوں پر چلنا سکھایا تھا۔ وہ اس کی نظروں کو بیحد اچھا لگا تھا مگر سپنوں سے حتی الامکان پرہیز کیا تھا۔ اب جو بن مانگے بہت کچھ جھولی میں آ گرا تو اس پر ٹوٹ کر نکھار آیا تھا۔ نصیرہ بیگم نے تو شاید کبھی محسوس ہی نہیں کیا تھا کہ اس میں کیا کیا نئی تبدیلیاں آئی ہیں۔ پہلے ہی اس کا حسن دو چند تھا ان کی نظر میں۔ ایک مامتا کی نظر کا حسن۔ دوسرا اس کا قدرتی ملکوتی سا حسن۔

لیکن اسے یہ خوشی راس نہ آئی۔ آج جب وہ سونے لیٹی تو نصیرہ بیگم اوپر کراداروں کے ہاں گئی ہوئی تھیں۔ جب وہ جاگی تو ان کی فیصلہ کن آوازیں اس کا دل دہلا گئیں نور افشاں کا منت کرنے کا انداز۔ پشیمانی کا انداز۔ عید کا دوسرا دن تو تھا۔ وہ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر چا بنانے کے لیے کچن کی طرف آئی ہی تھی کہ افشاں رخصت ہوتی نظر آئیں۔ وہ ماں کی انا کے پل صراط پر سفر کرتی افشاں کی طرف بڑھی تھی۔ اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ معمولی رسمیں بھی بعض اوقات سولی پر چڑھا دیتی ہیں؟

اس نے ماں سے اپنے جذبات چھپا اور روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہوگئی۔

تاجور، میاں کے ساتھ ہانپتی کانپتی؛ رات ہی کو آلیں ماں کے ساتھ مخصوص رکھ رکھاؤ کی وجہ سے وہ جذباتی تو نہ ہوئیں البتہ رسائیت سے ماں سے معاملہ دریافت کیا۔

جنہوں نے تمہیں خبر پہنچائی۔ وجہ نہیں بتائی؟ انہوں نے کڑے تیوروں سے بیٹی کو دیکھا۔

امی جان۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں۔ یہ تو میرے علم میں بھی ہے کہ ان کے ہاں چاند میاں کی وجہ سے بیحد پریشانی رہی۔ چاند میاں نے فون پر کہا تھا کہ وہ۔ چاند رات کو ہر حال میں گھر پہنچیں گے۔ چاند میاں کو لے کر آنا تھا۔ جوڑا۔ عیدی وغیرہ۔ ان کے ہاں سب تیاری تھی۔ چاند میاں کے دوست انہیں اپنے ہاں لے گئے۔۔ وہاں ان کو سخت بخار آگیا۔ اب گاؤں میں فون بھی نہیں تھا کہ اطلاع ہو جاتی۔

عیدی رات کی رات میں نہیں آتی۔ تم نے تو ان کا پھونکا کھا رکھا ہے۔ مگر مجھ پر اثر نہیں ہوتا ان باتوں کا۔ سنا۔ چاند میاں دیور ہیں۔ دلہن کے۔ ساس نہیں ہیں۔ تمہاری بڑی پھوپھی کوئی موقع جانے دیتی ہیں جی جلانے کا؟ کیسی بات مار کر گئی تھیں۔ کہ شادی سے پہلے ہی لڑکی کا اتنا خیال ہے۔ بیاہ کر لے جائیں گی تو پاؤں کے نیچے ہاتھ دھرا کریں گی۔

تمہاری منجھلی پھوپھی کتنا سر ہوئی تھیں رشتے کے لئے۔ خوب جتا کر گئیں۔ کہ بھابی جان۔ بھلے گھر لڑکی کا رشتہ کیا ہے۔ عید تہوار پر خبر تک نہیں لیتے۔

امی جان۔ پھوپھیوں نے ہماری آپ کا دل جلایا۔ سزا ان بیچاروں کو کیوں؟

ارے تو انہوں نے ہی تو موقع دیا کہ میری نندیں مجھے یہ سب سنا کر گئیں۔ اور بھئی ان کا کہنا بھی ٹھیک۔ عید تہوار پر بیپازی کا یہ عالم۔ ان موقعوں پر تو ننگے بوچے بھی خوشی کر لیتے ہیں۔

امی جان۔ بتایا ہے ناں کہ وہ چاند میاں۔

چاند میاں۔ چاند میاں۔ سارے بڑھ کر ہو گئے چاند میاں۔ بس کرو تاج۔

تاج کے میاں نے بھی ساس کو ذرا سمجھانا چاہا۔

دیکھو بھئی۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ والا معاملہ ہے اس موضوع پر کوئی مجھ سے کلام نہ کرے۔

نیلو۔ چالاو بھئی۔ اتنی دیر سے بہن بہنوئی آ بیٹھے ہیں۔

انہوں نے گویا گفتگو ختم کرنے کا اعلان کیا۔

دیوار سے لگی کسی اچھے نتیجے کی منتظر نیلوفر جلدی سے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔



ساتھ والوں کے ہاں پھر تاجور کا فون آیا تھا کہ نیلوفر کو بھیج دیں۔

مگر نصیرہ بیگم نے سختی سے منع کر دیا تھا۔

جب تک افشاں کے دیور کی کہیں ہو نہیں جاتی تم وہاں نہیں جاؤ گی۔

یہ لو۔ یہ اچھی مصیبت۔ وہ کڑھ کر رہ گئی۔ اب بہن کے ہاں جانے پر بھی پابندی۔ منہ میں گر

رہی ہوں جا کر ان کے؟ وہ چڑ سی گئی۔ بولی تو نہیں۔ سوچ کر ہی رہ گئی۔

وہ گاؤں سے منشی جو حساب کتاب لکھ کر لایا تھا اسے دیکھ لو۔ نصیرہ بیگم نے اس کا دھیان اس طرف سے ہٹانا چاہا۔

دیکھ لوں گی۔ میرا جی نہیں چاہ رہا ابھی۔ وہ بددلی سے کہہ کر رسالہ لے کر لیٹ گئی۔

نصیرہ بیگم نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر جانے کیا سوچ کر برآمدے میں بچھے تخت کی طرف بڑھ گئیں۔

شام گئے ساتھ والوں کا چھوٹا بیٹا پھر آ دھمکا۔

نیلی آپا۔ تاج آپی کا فون آیا ہے۔ آ کر سن لیں۔

نصیرہ بیگم نے پیشانی پر سینکڑوں بل ڈال کر بچے کی طرف دیکھا۔

تاج سے کہہ دو۔ پہنچ جائیں گے شادی والے دن۔

وہ جو فون سننے کا ارادہ کر کے اٹھ ہی رہی تھی دھم سے دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

تاج کی منجھلی نند شاہانہ کی شادی تھی۔ نیلوفر کی اس سے گاڑھی چھنتی تھی۔ تاجور کی شادی ہونے تک وہ گہری سہیلیاں بن چکی تھیں۔ سات آٹھ برس پرانی دوستی تھی۔ اس وقت تو دونوں بچیاں ہی تھیں۔ اس کا تو تاج کی طرف جانا ہی کم ہوتا تھا۔ مگر وہ تاج کے ساتھ اکثر آتی تھی۔

اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا وہ اڑ کر وہاں پہنچ جا۔ مگر ماں کمبخت گیری کے سبب جل کڑھ کر بیٹھ رہی تھی۔

بھئی۔ جب منگنی توڑ دی تو کیا تعلق رہ گیا۔ نہ لینا ایک نہ دینا دو۔

تاج کے ہاں ان سب کا بہت کھلانا جانا ہے۔ میرے دل کو یہ بات نہیں بھائی کہ تم وہاں ان لڑکوں کے سامنے پڑو۔ یہ عجیب منطق تھی ان کی۔

وہ ماں سے جل کر بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر جوش پر ماں کا خوف غالب آ گیا تھا۔

وہ سوچ سوچ کر دل مسوس رہی تھی۔۔۔ وہاں کتنا مزا آ رہا ہوگا۔ کتنا ہلا گلا کر رہے ہوں گے سب۔ ارجمند آپا بھی پہنچ چکی ہوں گی۔ آج تو مائیوں ہے نا۔ میری تو قسمت ہی خراب ہے۔ وہ خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔

نصیرہ بیگم نے اس کی خاموشی کی گہرائی کو محسوس کیا تھا۔ سلام پھیر کر انہوں نے اسے آواز دی۔

ارے۔۔۔ نیلو۔۔۔ عشاء کی نماز پڑھ لی۔۔۔؟

پڑھ رہی ہوں امی جان۔۔۔ وہ خود پر قابو پا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اگلے روز دوپہر کو تین بجے تاجور نے پھر فون کے ذریعے اسے بلوا بھیجا۔ وہ فون سننے اور ماں کا شکوہ بہن سے کرنے کو بیتاب ہو رہی تھی۔ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ارے بیٹا۔۔۔ جاؤ تاج آپی سے کہہ دو آ جائیں گے۔ ہفتہ پڑا ہے شادی میں۔

میں فون تو سن آؤں آپی کا۔ وہ برہمی چھپاتے ہو بولی۔

کیا ضرورت ہے جب کہلا بھیجا ہے۔۔۔ اور یہ تاج۔۔۔ اس لڑکی کے انداز نہیں بدلیں گے۔ پرسوں سے فون ہی کھڑکا جا رہی ہے۔۔۔ اسے گھر میں کام ہی نہیں کوئی۔ ایک مرتبہ کی بات سمجھ میں نہیں آتی اس لڑکی کے۔۔۔ حالانکہ سمجھ رہی ہوگی کہ میں نیلو کو کیوں نہیں بھیج رہی۔

تو امی جان۔۔۔ یہ تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ یہ پابندی کیا معنی۔۔۔؟ اگر ان کی شادی ساری عمر نہ ہوئی تو میں ساری عمر بہن کے ہاں نہیں جاؤں گی؟

آخر وہ کہہ ہی گئی۔

نصیرہ بیگم کے تلوؤں میں لگی سر پر بجھی۔۔۔ وہ تیز تیز تنفس کے دوران اسے گھورتی رہیں۔ انہیں اس کے لہجے سے بغاوت کی بو آئی۔

ہاں، ساری عمر نہیں جاؤ گی۔۔۔ اور ساری عمر شادی کیوں نہ ہوگی اس کی؟ کیا سنیاس لے لے گا تمہاری خاطر؟

اشتعال میں ان کے منہ سے نہایت نازیبا بات نکل گئی۔

کیا پتا۔ وہ بھی جل کر بڑبڑائی۔ حد سے زیادہ پابندیاں بھی برداشت کے بند توڑ دیتی ہیں۔

عید کا جوڑا نہ ہوا مصیبت ہو گیا۔ اتنی سی معمولی بات کے پیچھے۔ وہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے میں گھس گئی۔۔۔ بول تو گئی تھی۔۔۔ حالانکہ دل اندر ہی اندر لرز کر رہ گیا تھا۔ اس نے شاہانہ (تاجور کی نند) کی شادی کے کیا کیا پروگرام بنا رکھے تھے۔

نصیرہ بیگم نے گونگی کی زبان کیا دیکھی انہیں تو گویا سانپ سونگھ گیا۔ کبھی گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیتیں۔ کبھی۔۔۔ جھک کر پیک تھوکتیں۔۔۔ کبھی گاؤ تکیہ ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھ دیتیں۔ عجب اضطراری کیفیت تھی۔ معاً انہوں نے پاؤں سلیپر میں پھنسا۔ سر پر سفید چادر اوڑھی۔۔۔ اور

باہر نکل گئیں۔

نیلو نے ماں کو جاتے دیکھا۔ کچھ سمجھ نہ سکی۔ پائپ لگا کر بڑے آرام سے برآمدے کا فرش دھونے لگی۔ دل کو ذرا ڈھارس ہوئی کہ امی جان کچھ بولیں نہیں۔ ورنہ وہ تو اندر ہی اندر ڈر رہی تھی۔ کہ اب بم پھٹا۔ اب پھٹا۔

جوڑا باندھ کر کپڑے سمیٹ کر وہ فرش دھو میں مگن ہوگئی۔

تھوڑی ہی دیر میں نصیرہ بیگم واپس آگئیں اور آتے ہی آواز دی۔

اکرم۔) کرادارون کا بڑا لڑکا(

جی خالہ جان وہ اوپر سے جھانکا۔

نیچے آؤ۔

وہ تیزی سے بھاگتا ہوا چلا آیا۔

جاؤ۔ شبیر) دودھ والا(سے کہو۔ خاں صاحب کی بیگم کہہ رہی ہیں دس سیر دودھ کا انتظام کر دے۔

دس سیر دودھ۔ جھاڑو ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ وہ ہونق سی ہوگئی۔۔۔ دودھ سے غسل ہوگا کیا۔۔؟ اس نے جھاڑو واپس اٹھا کر ٹھونکی۔

فرش دھو کر اس نے کپڑے دھونے کے لیے۔۔۔ مشین لگنا چاہی۔ اسی وقت اکرم اندر داخل ہوا۔

اکرم

جی خالہ جان۔۔۔

اس سے کہو۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں کپڑے دھونے کی۔

اوہ خدا۔۔۔۔ امی جان تو سخت خفا معلوم ہوتی ہیں۔ ان ڈائریکٹ بات کر رہی ہیں۔ اس نے مشین واپس اسٹور میں دھکیل دی۔

پھر وہ اپنی قمیص سینے بیٹھ گئی کہ شادی میں شاید چلے ہی جائیں۔۔۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد باہر شور غل سنائی دیا۔

وہ کچھ سمجھ نہ پائی تھی کہ تاجور اور افشاں بھابی کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔

افشاں نے اس کے سر پر سرخ آنچل ڈال دیا۔

کپڑے سل رہے ہیں ہوں؟

اکرم بڑی بیٹھک کا دروازہ کھول دو۔ امی جان کی پر جلال آواز اس کے کانوں نے سنی۔

اب وہ جو اس باختہ سی نظر آنے لگی تھی۔ قینچی اس کے گھٹنے کے نیچے چبھ رہی تھی۔ مگر وہ اس چبھن تک سے بے نیاز تھی۔

افشاں نے اسے گلے سے لگا کر اس کا رخسار چوما۔

پریشانی کی کوئی بات نہیں میری جان۔ بعد میں سب غصہ وصہ اتر جاتا ہے۔ تم دیکھنا۔۔۔ فی الحال تو ہم سے یہ اچانک ملنے والی خوشی نہیں سنبھل رہی ہے۔

ہائیں۔۔۔اس کے خاک پلے نہیں پڑا۔

ارے مزے کی بات بھی سنو۔۔۔اسد تو حیدرآباد گئے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ فورا سیدھے سسرال پہنچ جائیں ورنہ لیٹ ہو جانے کی صورت میں وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ویسے اتنی زیادہ فکر کی کوئی بات نہیں۔خالہ جان نے الٹی میٹم دے دیا ہے۔آج کی تاریخ میں تمہیں اپنے گھر لے جائیں۔اسد نہ بھی پہنچے تو بغیر نکاح کے لے جائیں گے۔نکاح وہیں ہو جائے گا۔وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑیں۔

ویسے تم تو بڑی نمبردار نکلیں بھئی۔

انہوں نے شرارت سے اس کے گلے میں بازو ڈال کر اپنے ساتھ لگا کر بڑے انداز سے اسے گھورا۔

تاجور۔۔۔کے چہرے سے فکرمندی مترشح تھی۔وہ بہانے سے افشاں کو باہر لے گئی۔خود نظریں بچا کر کمرے میں چلی آئی۔پیچھے سے دروازہ بند کر لیا۔

اس نیلی کی بچی۔۔۔کیا ڈرامہ ہے یہ؟انہوں نے اس کا کندھا ہلایا۔

وہ جواب کچھ کچھ سمجھ رہی تھی کندھے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اور من وعن ساری کتھا کہہ سنائی۔

خدا کی قسم آپی۔۔۔میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ امی جان یہ قدم بھی اٹھا سکتی ہیں۔اس میں زیادہ قصور آپ کا ہے۔کیوں کر رہی تھیں بار بار فون۔۔۔جب ہی تو مجھے غصہ آ گیا تھا۔

تاجور کو اس پر ٹوٹ کر پیار آ گیا۔

اچھا اب تو جو ہونا تھا ہو چکا۔پتا ہے امی جان نے پہلے افشاں بھابی کو فون کیا کہ شام پانچ بجے آ جائیں اور نیلوفر کو رخصت کرا کے لے جائیں۔۔۔آج اور صرف آج۔آج نہیں تو پھر کبھی نہیں۔ساری عمر اسی چوکھٹ پر بٹھا رکھوں گی اور کہیں رشتہ نہ کروں گی۔نہ تمہارے ہاں نہ اور کہیں۔اس لیے کہ اس کے منہ سے تمہارے گھر کا کلمہ نہیں چھٹتا۔۔۔مجھے تو افشاں بھابی نے بتایا۔وہ تو مارے خوشی کے دیوانی ہو رہی ہیں۔جب امی نے انکار کر دیا تھا بہت روئی تھیں میرے پاس آ کر۔۔۔وہ تو شکر کرو بھلے لوگوں میں امی جان نے اپنی انا کی انتہا دکھائی ہے۔کوئی دوسرے قسم کے لوگ ہوتے تو گزر مشکل ہو جاتی۔

تم فکر نہ کرو۔ماں ہیں۔اس وقت سلگ رہی ہیں کہ تم نے ان کی مرضی کے خلاف سوچ کا اظہار کیا۔بعد میں جب ابال اتر جائے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔بہت چاہتی ہیں تمہیں۔۔۔حالانکہ غلط طریقے سے مل رہا ہے۔مگر ایسا گھرانہ مشکل ہی سے نصیب ہوتا ہے۔بہت ہی اچھے لوگ ہیں۔دن رات کا آنا جانا ہے ہمارا۔۔۔

انہوں نے ڈر اور خوف سے ہنکتی نیلوفر کو ساتھ لگا کر محبت سے تسلی دی۔

آپ کو نہیں معلوم۔۔۔امی جان اپنی انا کے پیچھے جان بھی دے سکتی ہیں۔وہ مجھ سے کبھی بات نہیں کریں گے۔وہ بری طرح رو رہی تھی۔

بے کار کی باتیں مت کرو نیلی۔۔۔اتنا مجمع اکٹھا ہو رہا ہے تماشا بنواؤ گی۔امی جان کے مزاج کا

کس کو نہیں پتا۔ بولو؟

ارے تاج۔۔۔ بھئی باہر نکلو۔ اندر ہی کی ہو کر بیٹھ گئیں۔

باہر سے ارجمن آپا کی آواز آئی۔ تاج نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ساتھ ہی بہن کو اشارہ کر دیا کہ نیلو سے کوئی سوال جواب نہ کریں۔ ارجمند ہونق سی ہو گئیں۔ دلہن سوئی، دھاگہ، قینچی لیے مشین کے سامنے بیٹھی دھواں دھار رو رہی تھی۔ اور حلیے سے صاف ظاہر تھا کہ نہائی دھوئی بھی نہیں۔ تاجور زبردستی اسے باتھ روم تک لے کر گئیں۔ وہیں دروازے میں کھڑے کھڑے اس کی چوٹی کھولی۔ اور جلدی۔۔۔ غسل۔۔۔ سے فارغ ہونے کی تنبیہ کی اور چور نظروں سے ماں کو دیکھتی اس کے سامان کے پاس آ گئیں جو ایمرجنسی میں افشاں بھابی لائی تھیں۔ ساڑھی وہ ابھی آتے ہو خرید لائی تھیں۔ ساتھ ساتھ میک اپ کا سامان بھی اور اپنا سیٹ اٹھا لائی تھیں اور ایک سینڈل کا جوڑا جو اسکی عیدی میں امل تھا۔

وہ عیدی جو نصیرہ بیگم نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

ڈیڑھ گھنٹے کا الٹی میٹم تھا جس میں یہی کچھ انتظام ہو سکتا تھا جب وہ پنکھے کے نیچے بیٹھی بال سکھا رہی تھی۔ غلغلہ اٹھا۔ دولہا میاں سفید شلوار قمیص میں قدم رنجہ فرما چکے ہیں۔ مغرب سے صرف چند منٹ پہلے نکاح ہوا۔ وہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی۔ ارجمند نے ماں کی خوشامد کی کہ اس وقت تو اس کے پاس چلی جائیں۔ انہوں نے بیٹی کو گھورا۔

جن سے ناتا ٹوٹنے کا اسے قلق تھا۔ وہ اسے بیاہ لے جا رہے ہیں۔ کیوں رو رہی ہے اب؟

امی جان۔ ارجمند نے پھر ان کی خوشامد کی۔

دیکھو ارجمند میری قوت برداشت کو مت آزماؤ۔

ارجمند نے محسوس کر لیا کہ۔۔۔ قطعی گنجائش نہیں۔۔۔ وہ چپ چاپ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

اور ہاں سنو۔۔۔ انہوں نے بیٹی کو پکارا۔

ارجمند تعجب سے انہیں دیکھنے لگیں کہ اب کیا ہو گیا۔

اس کی شادی کی نیت سے جو کچھ جمع کیا تھا۔ وہ پیچھے پیچھے پہنچ جاگا۔ یہ اس کے حصے کی زمین کے کاغذات ہیں۔ تم دونوں کو تمہارا حصہ دے چکی ہوں۔ رہ گیا یہ مکان تو جب مرنے لگوں گی تو تینوں کے حصے کر جاؤں گی۔

یہ کاغذات نور افشاں کو دے دو لے جا کر۔۔۔ کہہ دو کہ ہم خاندانی عزت دار لوگ ہیں۔ بیٹی عزت سے بیاہیں یا غصے میں۔۔۔ خالی ہاتھ نہیں بیاہتے۔

وہ اپنے خاندانی ہونے کا تذکرہ کرنا پھر نہیں بھولیں۔ اور ارجمند کو وہیں گم صم چھوڑ کر باہر نکل گئیں۔

نیلوفر نے میک اپ کرنے سے سختی سے انکار کر دیا۔ تاجور نے بھی اس کی حالت کے پیش نظر مزید اصرار نہ کیا۔ نور افشاں کا بلاؤز اس کے گدرا جسم پر بالکل فٹ آ گیا تھا۔۔۔ اور نورتن کا سیٹ پہن کر وہ ایسی روپ متی بنی کہ تاجور اور ارجمند نے اس کے ڈھیروں پیار لے ڈالے۔

اچھے سے ہوٹل سے بہترین بریانی، قورمہ شیرمال آ گئے کھیر گھر پر تیار ہوئی۔ رخصتی کے وقت ذرا

کی ذرا نصیرہ بیگم آئیں۔سب باہر چلے گئے۔۔

کوئی اپنے بچوں کا برا نہیں چاہتا۔لیکن دنیا میں خونی رشتوں کے علاوہ عزت و وقار بھی اپنی جگہ اہم ہیں۔۔۔تم کیا سمجھتی ہو ہم نے بلاوجہ منگنی توڑ کر تماشا بنا چاہا تھا۔۔؟نہیں ضرورت ہمیں ایسی اولاد کی جو ہماری ذات پر شک کرے ہماری محبت کو نہ پہچانے۔۔۔جن لوگوں سے رشتہ ٹوٹنے پر تم رنجیدہ تھیں اور جن کی خاطر تم نے زندگی میں پہلی مرتبہ میرے سامنے زبان کھولی اب تم انہیں لوگوں میں رہو۔۔۔ہمیشہ کے لئے آج سے تم میرے لیے اور میں تمہارے لیے مرگئی۔

نیلوفر تو ان کا یہ اجنبی انداز دیکھ کر وہیں ڈھے گئی۔ ہر بات اس کے تصور سے کہیں زیادہ تھی۔

آہ۔۔۔وہ بات جو اس نے معمولی جان کر کہہ دی تھی۔۔۔کیا اتنی بڑی تھی؟اسے یہ سوچ کر ہی چکر آ گئے تھے۔

وہ اسد کے بیڈ رم میں بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ذہنی طور پر بالکل غائب تھی۔۔۔باہر سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ارے اسد۔۔۔بھئی وہ اپنا ڈنر سوٹ پہن لو۔۔۔

ارے۔۔۔رے ٹھہرو۔۔۔تم اس حلیے میں کمرے میں مت جاؤ وہ دوبارہ بیہوش ہو جاگی۔۔۔ میں تمہارا سوٹ لاتی ہوں۔چاند میاں۔۔تم وہ اپنی سرخ ٹائی نکال کر لاؤ۔۔۔اور وہ وہائٹ شرٹ تمہارے بھائی جان کی۔۔۔میں نے پریس کر کے لٹکائی تھی۔وہ بھی لے آؤ۔۔۔اور تم جا کر میرے کمرے کے باتھ روم میں۔۔۔حیدر آباد کی گرد اتارو۔۔۔

دیکھیں بھابی۔۔۔میں چندے کے سامان سے دولہا نہیں بنوں گا۔۔اسد کی شوخ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔ساتھ ہی بیتحاشا فلک شگاف قہقہے۔۔۔

ارے جا بھی چکو اب۔۔۔اسی دم بھابی کمرے میں داخل ہوئیں۔غالباً وہ وارڈ روب سے اسد کے کپڑے نکال رہی تھی۔وہ سوتی بن گئی تھی۔

وہ سوٹ ہاتھ میں تھامے تھامے اس کے قریب آ گئیں۔

سونا منع ہے۔۔۔کسی کی محنت رائیگاں چلی جاگی۔کم از کم خواب نما حقیقت کو محسوس کر لینے دو۔۔۔کہہ رہے ہیں موصوف یقین نہیں آ رہا بھابی۔۔۔ذرا اچھا سی یقین دلا دینا۔۔۔

وہ جھکیں اور اس کے رخسار کو چوم لیا۔۔۔اس نے کوئی تاثر اپنے چہرے پر نہیں آنے دیا۔اسی طرح لیٹی پلکیں جھپکاتی رہی۔۔۔اس کی نظروں کے سامنے صرف ایک چہرہ گردش کر رہا تھا۔۔۔نصیرہ بیگم کا چہرہ۔۔۔

نور افشاں نے کچھ رسمیں کیں۔۔۔چاند میاں نے جو منگنی ٹوٹنے کے بعد سے خود کو گناہگار تصور کر رہے تھے۔خوب خوش ہو ہو کر ہر زاویے سے دلہن بھابی کی تصویریں بنائیں۔رات کے پونے دو بج رہے تھے جب اسد نے کمرے میں قدم رکھا۔انہیں اپنی۔۔۔انوکھی شادی بہت پسند آ گئی تھی۔ڈھیروں ڈھیر مصنوعی پن سے پاک۔۔۔

بھابی اسے چوکنا کر گئی تھیں۔۔۔وہ رخ موڑے سانس روکے بیٹھی تھی۔۔۔گویا اسد نہ ہوں

ملک الموت ہوں۔۔۔

دیکھیں جی۔۔۔ایک شرط پر آپ کو ایک خوشخبری سنائیں گے۔۔۔وہ یہ کہ آپ نظریں اٹھا کر ایک نظر ہماری جانب دیکھ لیں۔یہ مت سمجھیے گا کہ ہم اپنی خوبصورتی و دلکشی کی داد چاہ رہے ہیں۔۔۔وہ تو آپ اب ساری عمر ہی دیتی رہیں گی۔۔۔بس ایک درخواست ہے پلیز۔۔۔

اسد کی بھاری جذبات سے لبریز آواز نے اس کا تنفس تیز کردیا۔

اگر آپ ہماری درخواست مان لیں تو یقین کریں بہت اچھی خوشخبری سنائیں گے۔۔۔

نیلوفر نے اپنی آنسوؤں سے بھیگی حسین پلکیں ایک لحظے کے لئے اٹھائی تھیں وہاں آنکھوں میں جانے کیا تھا۔۔وہ تاب نہ لا سکی تھی۔۔۔فوراً پلکوں کی جھالر گرا لی تھی۔

شکریہ۔۔۔اس کی نظریں شوخی سے مسکرا رہی تھیں۔

خوشخبری یہ ہے کہ ہم آپ کو ہلال جرات دے رہے ہیں۔ہم جلدی میں غسل تک بھول گئے تھے کہ بڑا سخت پروٹوکول تھا لیکن یہ تمغہ امتیاز با الفاظ دیگر یہ ہلال جرت لینا نہیں بھولے۔

نیلوفر نے بیساختہ نظریں اٹھا کر اسد کی سمت دیکھا۔اس کی انگلیوں کے بیچ چاند تارے کے ڈیزائن کا چھوٹا سا ٹیکہ جھول رہا تھا۔

اس نے نظریں واپس موڑ لیں۔اسد نے سر سے ساڑھی کا آنچل کھسکا کر ٹیکہ اس کی پیشانی پر سجا دیا۔۔۔

آپ جانتی ہیں نیلوفر۔۔۔آج ہماری زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری ہوئی ہے خواہ کسی طرح۔۔۔آپ ہی کے حوصلوں سے سہی۔۔۔وہ شرارت سے مسکرا۔

اور نیلوفر کا خون جیسے ابل پڑا۔۔اس نے پاؤں نیچے لٹکا کر آہستہ سے کہا۔۔۔

آپ ہوں گے خوش۔۔۔میں تو نہیں ہو سکتی۔

وہ کیوں۔۔۔؟انہوں نیکوٹ اتارتے ہو حیرانی سے پوچھا۔۔۔

آپ کی شادی پر آپ کی امی اپ سے ناراض ہوتیں تو پتا چلتا۔۔۔:اس کی آواز پر آنسو غالب آگئے۔۔

بھئی یہ تو آپ کو پہلے سوچنا چاہیے تھا۔۔۔اسد نے پھر شوخ انداز میں چھیڑا۔

میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔۔۔پتا نہیں آپ کیا سمجھ رہے ہیں۔۔۔۔اس نے رومال سے آنکھیں صاف کیں۔۔۔

تب اسد سنجیدہ ہو گئے۔۔۔

نیلوفر۔۔۔آج ہماری زندگی کی ابتدا ہے قطعی غیر متوقع سہی۔۔۔لیکن ہمیں شروعات سچ اور اعتماد سے کرنا چاہیے۔۔۔ابھی تک تو سب مذاق تھا۔۔۔لیکن یہ میرے ذہن میں تھا کہ میں تم سے حقیقت ضرور معلوم کروں گا۔ہو سکتا ہے بات مجھ تک صحیح صوت میں نہ پہنچی ہو۔۔۔ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟

کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ حقیقت کیا ہے۔۔۔؟

وہ قیمص کے اوپری بٹن کھولتے ہوا س کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔۔۔

تب اس نے ناک آنکھ پونچھتے پونچھتے حرف حرف بتا دیا۔ بالکل سچ۔۔۔

اسد میں میں سگریٹ دبا چھکا چھک دھواں چھوڑ رہے تھے۔۔۔ جیسے گہری سوچ میں ہوں۔

سب ٹھیک ہو جاگا نیلوفر۔۔۔ فکر نہ کرو۔۔۔ میرا خیال ہے۔ میں تم سے مخاطب ہو کر غلطی نہیں کرر ہا ہوں۔ آپ میں بہت فاصلے ہیں۔۔۔ جب سے افشاں بھابی نے آ کر وہ بری خبر سنائی تھی۔ بھئی میں تو زندگی ہی سے بیزار ہو چلا تھا۔۔۔

وہ اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھے۔۔۔ وہ بدک کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔۔۔۔ اسد نے متردد انداز میں اس شعلہ قامت کو دیکھا۔ جو اپنے سفید سفید سے بدن کو جو بلاؤز کی حدود سے باہر تھا غیر ارادی طور پر ساڑھی سے ڈھانپنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ افشاں بھابی نے زبردستی جو سرخ لپ اسٹک لگا دی تھی وہ ہونٹوں کے کناروں کو پار کر کے آس پاس کے رقبے میں پھیل چکی تھی۔ غالباً ہونٹ چبانے کی وجہ سے۔۔۔

یہ کیا ہے نیلو؟ یہ تو قسمت کی مہربانی ہے کہ تم میری ہو چکی ہے۔۔۔ اس وقت جبکہ مایوسی کے اندھیرے ہر سمت پھیل چکے تھے۔۔۔ تم بیٹھتی کیوں نہیں۔۔۔؟ انہوں نے اس کے مقابل کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔۔۔

اس نے رخ موڑ لیا۔۔۔ مم۔۔۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک امی جان مجھ سے اپنی خفگی ختم نہیں کر دیں گی۔۔۔ میں زندگی کی کسی خوشی میں حصہ نہیں لوں گی۔۔۔ خاص طور پر وہ خوشیاں جو آپ کی ذات یا اس گھر سے وابستہ ہوں۔۔۔ وہ ماں کا پر جلال چہرہ تصور میں لا کر

پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

آپ کو پتا ہے انہوں نے رخصتی کے وقت مجھ سے کیا کہا تھا۔۔۔؟ اس نے اپنی ناک رگڑی۔۔۔

کیا کہا تھا۔۔۔؟ اسد اس کے نزدیک آ گئے۔۔۔

انہوں نے کہا تھا۔۔۔ تم میرے لیے اور میں تمہارے لیے مر چکی۔۔۔

وہ ہچکیاں لے کر رو دی۔۔۔ اسد نے وقاعی اس کی اشکباری کو اس کے بے پناہ دکھ کا اظہار سمجھا۔۔۔ وہ خود بھی بیحد سنجیدہ ہو گئے۔۔۔

ٹھیک ہے نیلو۔۔۔ تم اپنی جگہ برحق ہو۔۔۔ میں کوشش کروں گا تمہیں زندگی کی خوشیاں حقیقی انداز میں ملیں۔۔۔ بہر حال تم نے قسم کھا کر اچھا نہیں کیا کم از کم میرے ساتھ۔۔۔ انہوں نے سگریٹ کا ٹکڑا جھک کر ایش ٹرے میں مسلا۔۔۔

ماں کی خفگی دیر پا نہیں ہوتی۔۔۔ بہر حال۔۔۔ لگتا ہے مجھے تقدیر خوشیاں قسطوں میں دے گی۔۔۔ انہوں نے وارڈ روب سے اپنا نائٹ ڈریس نکالا پھر اس کی طرف پلٹے۔۔۔

نیلو۔۔۔ تمہیں ان کپڑوں میں تکلیف ہو رہی ہوگی۔۔۔ یہ بھابی تمہارے لیے رکھ گئی ہیں۔

نیلو۔۔۔ میں حقیقی جذبے رکھتے ہو مصنوعی الفاظ نہیں بول سکتا۔۔۔ اس لیے میں زیادہ دیر تک تمہیں آپ سے مخاطب نہ کر سکا۔۔۔ امید ہے خیال نہیں کرو گی۔۔۔

وہ لباس تبدیل کر کے آ تو وہ بھی جرسی کپڑے سے تیار شدہ بڑی شائستہ سی نائٹی پہن کر جھجکتی

ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔۔زیور دراز میں ڈالے۔۔۔ٹشو پیپر سے لپ اسٹک صاف کی۔۔۔اور صوفے پر کشن سر کے نیچے رکھ کر۔۔۔لیٹ گئی۔۔۔نصیرہ بیگم بدستور اس کے اعصاب پر سوار تھیں۔۔۔

اتنی سخت گیر ہیں امی جان۔۔۔لیکن سب سے زیادہ وہ رعایت میرے ساتھ ہی کرتی تھیں۔

۔۔اسے یاد تھا جب وہ بہت چھوٹی تھی۔۔۔ارجمند اور تاجور اپنے مطالبات اس کے ذریعے ہی ماں تک پہنچاتی تھیں کہ اس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات نصیرہ بیگم پر ٹھنڈے چھینٹوں کا اثر کرتی تھی۔صورت وعادت بھی بیحد موہنی۔۔۔اور ہاں میں ہاں ملانے کا سادہ سا انداز جب سب ماں کو تنہا چھوڑ کر جا چکے تھے ایسے میں امی کی تنہا رفیق۔۔۔ارجمند اور تاجور تو کبھی کبھی ماں پر اپنی جھنجھلاہٹ ظاہر کر دیا کرتی تھیں۔۔۔لیکن نیلوفر نے ان سے کبھی اختلاف نہیں کیا تھا۔شاید اسی وجہ سے انہیں آج اس قدر غصہ آیا تھا۔

وہ یہ سوچتے جانے کب سوگئی تھی۔۔۔

اسد نے کتاب سائیڈ ٹیبل پر ڈالتے ہوا اس کی سمت دیکھا۔۔۔ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھے وہ کسی ریاست کی وہ مظلوم ومعصوم شہزادی لگ رہی تھی جو بدنصیبی سے دیو کی قید میں آ جاتی ہے۔ جسے دیو باہر جاتے طلسم کی مدد سے سلا جاتا ہے۔

مبادا شہزادی نجات کی کوشش نہ کرے۔۔۔ایسی ہی بیخبر شہزادی کا تصور اسے دیکھ کر ابھرا تھا۔۔

۔

وہ اٹھ کر اس کے نزدیک آ گئے۔۔۔

قسم تم نے کھائی ہے نیلو میں نے تو نہیں۔۔۔ظالم۔۔۔

وہ نیند میں ذرا کی ذرا کسمسائی اور پھر بیخبر ہوگئی۔۔۔اسد نے لائٹ بجھا دی اور بددلی سے بستر پر آ گئے۔۔۔۔

اگلے روز جب کہ وہ جاگی بھی نہیں تھی گھر میں ہنگامے ابل پڑے تھے۔تاجور اور ارجمند بھی آ گئی تھیں۔۔۔افشاں نے آ کر اسے جگایا تھا۔

اسے صوفے پر بیخبر سوتے دیکھ کر انہوں نے تعجب سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے بال بناتے اسد کو دیکھا۔۔۔مگر کچھ بولیں نہیں۔۔۔

نیلو۔۔۔اٹھو چندا۔۔۔انہوں نے پیار سے جگایا۔۔۔اس نے نیند بھری آنکھوں سے افشاں کو دیکھا۔تھوڑی دیر تک سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کہاں ہے۔پھر سامنے نکھرے نکھرے سے اسد کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔۔

اسد باہر نکل گئے۔۔۔۔

میرے لاڈلے دیور نے تمہارے ساتھ یہ زیادتی کیوں کی۔۔۔؟ان کا اشارہ اس کے صوفے پر سونے کی طرف تھا۔

اس نے کچھ جواب نہ دیا۔۔۔بس بیٹھی پلکیں جھپکاتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد تیار ہو کر اس کو پراہتمام ناشتے کی میز پر لایا گیا۔۔۔اسد نے چور نظروں سے

اسے دیکھا پھر بےنیازی سے ناشتے میں مصروف ہو گئے۔

ناشتے کے بعد تاجور اسے اپنے ہاں لے آئیں۔۔۔شاہانہ جو مایوں بیٹھی ہوئی تھی اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی اور بےساختہ اس سے لپٹ گئی۔۔۔

بدتمیز۔۔۔ایسی جلدی دکھائی۔۔۔ذرا صبر نہ ہو سکا۔۔۔اس نے سرگوشی کی۔۔۔وہ مسکرادی۔۔۔نمبر بنانا چاہ رہی ہو گی کہ شاہانہ سے سینیر ہو جاؤں۔۔۔اس نے پھر اس کے کان میں کہا،

وہ بیٹھی ہاتھ مسلتی رہی۔۔۔پیازی ساڑھی میں بےپناہ سادگی کے ساتھ وہ قطعی دلہن نہ لگ رہی تھی۔۔۔دونوں بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔۔۔

یہ تو بتا۔۔کیا پایا۔۔۔؟ شاہانہ نے اس کے سراپے پر کھوجتی نظر ڈالی۔۔۔

ہلال جرات۔۔۔وہ پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولی۔۔۔اور پرس مین سے ٹیکہ نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔۔۔

شاہانہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئی۔۔۔

ارے بڑے قدر دان ہیں یہ اسد بھائی۔۔۔اس نے ٹیکہ اٹھا کر دلچسپی سے دیکھا۔۔۔

اور یہ بتا۔۔۔انہوں نے پوچھا تو ہو گا اس ایمرجنسی پر۔۔۔؟

ہوں پوچھا تو تھا۔۔۔ویسے بھابی انہیں بتا چکی تھیں۔تب ہی تو یہ ہلال جرات۔۔۔اس نے منہ موڑ کر مسکراہٹ چھپائی۔

شاہانہ ایک مرتبہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔۔

ارے شاہانہ۔۔۔کیا بات ہے کیا لطیفے سنا رہی ہو نیلی؟ تاجور گود میں بیٹے کو اٹھا ہو بہلاتی ہوئی اسے کے قریب آ گئیں۔

بس بھابی۔۔۔کچھ مت پوچھیں۔۔۔وہ۔۔شاہانہ نے بمشکل ہنسی روکی۔۔۔

نیلو نے اس کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔۔۔

اور سناؤ۔۔کیا حال ہیں بیگم اسد۔۔۔؟ تاجور شوخی سے مسکرائیں۔۔۔

وہ نظریں جھکا کر رہ گئی آپی۔۔۔امی تو آئیں گی نا کل۔۔۔شادی میں۔۔۔؟

شاید۔۔انہوں نے بیٹے کی پیشانی سے بال سمیٹ کر غیر یقینی جواب دیا۔۔۔

پاگل ہے نیلی تو۔۔۔کب تک ناراض رہیں گی امی جان۔فکر نہ کر سب ٹھیک ہو جا گا۔جب صحیح بات منہ سے نکال دیتے ہیں۔تو پچھتاتے نہیں ہیں۔۔۔میں تو بہت خوش ہوں۔خواہ لوگ کچھ بھی کہتے رہیں۔۔۔بیکار کا فضیحتہ تھا۔۔۔امی جان کی تھانیداری دوسروں کے جذبات نہیں دیکھتی۔۔۔ہر بات اپنی آن پر لے لیتی ہیں۔۔۔ٹھنڈے دل سے سوچیں تو کوئی بات ہی نہیں تھی جس کے لیے کل انہوں نے یہ ڈرامہ کیا۔۔۔میں تو کہتی ہوں اچھا ہوا۔۔۔

نیلوفر کو تاجور کے سکون و اطمینان پر رشک سا آیا۔جب کہ وہ بہت بےچین تھی۔

آج شاہانہ کی مہندی تھی۔۔۔جس میں شرکت کے لیے وہ تڑپ رہی تھی۔۔۔سہ پہر کو افشاں بھابی آ گئیں۔۔۔اور کہنے لگیں۔

ذرا نیلوفر کو بازار لے کر جا رہی ہوں۔ مہندی شادی ولیمے کے لیے کچھ کپڑے خریدنے ہیں اور ضروری چیزیں۔۔۔ اور جو جوڑے خالہ جان نے دیے ہیں درزی کو دے آئیں چلو نیلو۔۔۔ شاباش اٹھو ورنہ دیر ہو جائے گی۔۔۔

وہ تاجور کی کریم کلر کی چادر لپیٹ کر باہر آئی تو ڈرائیونگ سیٹ پر چاند میاں بیٹھے تھے۔۔۔

نیلو کو دیکھ کر شوخی سے مسکرا۔ وہ بھی جھینپ کر مسکرا دی۔

لگتا ہے۔۔۔ اسد بھائی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں ہوا۔ بڑے بجھے بجھے سے ہیں۔ جب ہی تو خود آنے کے بجائے مجھے بھیج دیا۔۔۔ میں نے کہا ٹھیک ہے مجرم ہیں۔۔۔ پورا پورا تاوان ادا کریں گے۔۔۔

چپ کر شریر۔۔۔ وہ کیوں بجھا بجھا ہوگا۔۔۔ یہ بھی خوشی چھپانے کا انداز ہے۔۔۔

انہوں نے دروازہ کھول کر نیلوفر کو بٹھایا پھر خود بھی اس کے برابر میں بیٹھ گئیں۔

سب سے پہلے فارلوڈے بوتیک پر گاڑی رکوائی۔۔ اور ایک مہندی کلر کا خوبصورت کرتے پائجامے کا سوٹ لیا۔ سلک کا چم چم کرتا پائجامہ اور مہندی رنگ اور سہری رنگ کی آمیزش سنہری جالی کا کرتا۔۔۔ جس پر خوبصورت ٹشو کا دوپٹہ اپنی علیحدہ بہار دکھا رہا تھا۔

کپڑوں کے بعد ہم رنگ چیزوں کی انتخاب شروع ہوا۔ وہ واپس اسے تاجور کے ہاں چھوڑ گئیں۔۔۔ اس سلسلے میں تاجور نے انہیں پہلے ہی تاکید کر دی تھی۔

وہ تھک کر چور چور ہو رہی تھی آتے ہی شاہانہ کے کمرے میں پڑ کر سو گئی۔

کہیں جا کر مغرب کے بعد آنکھ کھلی۔۔۔ باہر سے ڈھولک گیتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔۔ شاہانہ بھی کمرے میں نہیں تھی۔ اس نے اٹھ کر غسل کیا اور شاہانہ کا سوتی سوٹ پہن کر باہر آ گئی۔

ابھی بال سکھا ہی رہی تھی کہ تاجور آ گئیں۔۔۔

ارے۔۔۔ تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں دولہا والے آتے ہی ہوں گے۔۔۔ چلو شاباش تیار ہو جاؤ۔ وہ عجلت میں پھر باہر چلی گئیں۔۔۔

اس نے دیکھا۔۔۔ شاہانہ نے اس ک ہر چیز تیار کر کے رکھ دی تھی۔۔۔ اسے شاہانہ پر ٹوٹ کر پیار آ گیا۔۔۔ کس قدر چاہتی ہے۔ شاہانہ مجھے۔۔۔ اس کی چاہت نے تو آج مجھے یہ دن دکھا۔ وہ مسکرا دی۔۔۔ بڑے پھیکے سے انداز میں۔۔۔

وہ تیار ہو رہی تھی کہ تاجور اپنا ایک سیٹ لیے آ گئیں۔

لو یہ پہن لو۔۔۔ ہلکا سا ہے اچھا لگے گا اس سوٹ پر۔۔۔ اور یہ لفافے میں موتیے اور گلاب کی کلیوں کا گجرا ہے۔ ضرور لگا لینا۔

پھر جاتے جاتے پلٹ آئیں۔ میرا خیال ہے ولیمہ یہ لوگ کچھ دن بعد کریں گے۔ کیوں؟

مجھے تو کچھ پتا نہیں۔۔۔ اس نے گم صم سے انداز میں زیور کا ڈبہ کھولتے ہو جواب دیا۔

نازک سا گلوبند اور چاند بالیاں تھیں۔ اس نے زیور پہن کر بائیں جانب بالوں میں کلیوں کا گجرا اٹکا لیا۔ اسی وقت دروازہ دھڑ سے کھلا۔

ماشاءاللہ چشم بددور۔ افشاں وہیں کھڑے کھڑے مبہوت سی ہوکر بولیں۔

یہ چوڑیاں تو گاڑی میں ہی رہ گئی تھیں نیلو۔۔۔ آؤ ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔ وہیں پہنادوں گی۔ وہاں ایئر کنڈیشنر آن ہے۔ ادھر تو حبس سا ہو رہا ہے۔ وہ اسے لیے ہوئے ڈرائنگ روم میں چلی آئیں اور ایک صوفے پر ساتھ بٹھا کر بڑی مہارت سے اس کی کلائی میں چوڑیاں ڈالنے لگیں۔

بھابی یہ اسد بھائی آ گئے۔۔۔ شاہانہ سے چھوٹی عرفانہ نے ہانک لگائی۔ نیلو نے سر اٹھا کر دروازے کی سمت دیکھا آف وہائٹ بوسکی کے کرتے اور سفید تنگ پائجامے میں اسد کھوکھو سے بہت اچھے لگے۔

بھابی نے ایک نظر دیکھ کر دوبارہ اپنی توجہ چوڑیوں پر مرکوز کرلی۔

اچھا ہوا اسد تم آ گئے۔۔۔ میں چاند میاں سے کہہ کر آئی تھی۔۔۔ بات یہ ہے کہ لڑکیاں زیادہ ہیں ادھر اور سواریاں کم۔۔۔ چاند میاں تو چچا میاں) تاجور کے سسر (کی گاڑی ہانکیں گے۔

وہ رک کر ہنسیں اور بڑی احتیاط سے چوڑیاں کلائی کی طرف دھکیلیں۔

تم اپنی گاڑی لے آنا۔۔۔ ٹھیک۔۔۔؟ بھائی میاں تو تمہارے کسی دوست کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔ سومت جانا۔۔۔

انہوں نے اسکے دوسرے ہاتھ میں چوڑیاں چڑھانا شروع کر دیں۔

اور ہاں۔۔۔ زینب سے کہہ دینا کھانا کھلا دے گی تمہیں۔

ارے بھابی، زینب کھانا کھلاتی ہے اسد بھائی کو۔ عمرانہ نے شرارت سے بات پکڑی۔

چپ بدتمیز۔۔۔ لے آئی ہوں میں اپنے دیور کے لیے کھانا کھلانے والی۔ آج کی بات ہے بس۔

انہوں نے مسکرا کر نیلوفر کو دیکھا۔ اتنی ساری نظریں مع اسد کی نظروں کے خود پر تکی دیکھ کر وہ نروس سی ہوگئی۔

بھابی وہ سعدیہ ہے نا میری دوست کہہ رہی تھی کہ تم لوگ کل کہاں چلے گئے تھے۔ میں نے کہا۔۔۔ کہ ہماری کزن ضد کرکے بیٹھی تھیں کہ پہلے میں۔ اس لیے پہلے انہیں فارغ کرنے گئے تھے۔

فلک شگاف قہقہے بلند ہو۔ نیلوفر کو اپنی توہین محسوس ہوئی۔

اس نے اسد کی سمت دیکھا جو سگریٹ کا دھواں چھوڑتے ہو برابر اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے متوجہ دیکھ کر نظریں چرا گئے۔۔

اسی وقت دولہا والوں کی آمد کا غلغلہ اٹھا، اسد واپس گھر چلے گئے۔۔

رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے جب وہ دولہا والوں کے ہاں مہندی لے جانے کے لیے سب کے ہمراہ باہر نکلی تو عمرانہ نے شرارت سے ایک گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے دھکیل دیا۔

اندر اسٹیئرنگ پر بازو جما اسد بیٹھے تھے۔ خوشبوؤں میں بسی نیلوفر کو دیکھ کر انہوں نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

کسی کی قوت برداشت کو آزمانا سخت گناہ ہے۔ میں تمام رات جاگ کر دعا کروں گا کہ خالہ جان کل شادی میں آجائیں اور خفگی ختم کر دیں۔ تاکہ۔۔۔ انہوں نے جھک کر سگریٹ سلگایا۔

اتنی سگریٹ پیتے ہیں۔ نقصان دیتی ہے۔ اس کے منہ سے نکل گیا۔

مثلاً۔۔۔؟ انہوں نے سارا دھواں اس پر چھوڑ دیا۔

خون ہی جلاتی ہوگی۔۔۔ اسنے دھوئیں کو ہاتھ سے ہٹانا چاہا۔

تمہارا نام تو سگریٹ نہیں۔ یہ کام تو تم بھی کرتی ہو۔ وہ مسکرا۔

وہ لاجواب سی ہو کر باہر دیکھنے لگی۔



سات ماہ گزر گئے۔۔ پتا بھی نہ چلا۔ رمضان کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔

نصیرہ بیگم شاہانہ کی شادی میں شریک نہ ہوئی تھیں بلکہ اپنے بھائی کے ہاں نواب شاہ چلی گئی تھیں۔

تاجور اور ارجمند نے کس قدر کوششیں کی تھیں انہیں منانے کی بالکل پتھر ہوگئی تھیں۔۔۔ افشاں جانتی تھیں کہ وہ ماں کی وجہ سے کس قدر پریشان رہتی ہے۔۔۔ اس لیے کبھی تاجور کے ہاں بھیج دیتی تھیں کبھی ارجمند کے ہاں۔۔۔

کوئی مہینہ تاجور کے ہاں گزارا کوئی ارجمند کے ہاں، وقت کا پتا ہی نہ چلا۔۔۔

ایک روز تاجور نے بتایا تھا کہ اسد امی جان کے پاس اکثر جاتے رہتے ہیں۔ اسے بہت خوشی سی ہوئی تھی۔۔۔

اس نے جھجکتے ہوا اسی رات تصدیق چاہی تو انہوں نے اس کی جانب نظریں اٹھا بغیر جواب دیا تھا۔

بھئی۔۔۔ میری تو وہ ساس ہیں۔۔۔ اور میری کسی حرکت کی وجہ سے ناراض بھی نہیں ہیں۔ خفگی ان کی تم سے ہے مجھ سے تو نہیں میری تو وہ اتنی ہی عزت افزائی کرتیں جتنی دوسرے دامادوں کی کرتی ہوں گی۔۔۔

آپ نے مجھ سے کیوں چھپائی یہ بات۔۔۔؟ وہ شکوہ کناں ہوئی۔۔۔

یہ سوچ کر کہ تم زیادہ غمگین ہو جاؤ گی۔۔۔

آپ نے ان سے کہا نہیں کہ۔۔۔ اس کی آواز پر آنسو غالب آگئے۔۔۔

اسد کو واقعی اس پر ترس سا آ گیا۔۔۔ ان کا جی چاہا وہ اسے قالین سے اٹھا کر اپنے دل میں چھپالیں۔ لیکن وہ ان کی ہوتے ہوبھی ان سے بہت دور تھی۔۔۔ کسی احمقانہ سی قسم کے شکنجے میں کسی ہوئی۔۔۔

کتنا سمجھایا تھا کہ ان قسموں کی کوئی ویلیو نہیں ہوتی۔ مت کرو یہ ظلم۔ جو دوسروں کو ناحق تنگ کرتے ہیں خدا انہیں معاف نہیں کرتا۔ ایک محبت کا دروازہ خود بخود بند ہوا۔ دوسرے پر تم نے

خود قفل چڑھا دیے۔

کیا آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔۔۔؟

شاید۔۔۔انہوں نے کتاب چہرے کے سامنے کر لی۔

بات سنیں۔ وہ مزید پریشان ہو گئی۔

شاذ۔۔۔

آپ امی جان سے کہیے نا کہ میں ہر وقت روتی رہتی ہوں آپ کی بات شاید اثر کر جاان پر۔۔۔ارجمند اپیا اور تاج آپی نے تو بہت کہا۔

پھر۔۔۔؟

پھر کیا۔ وہ کہتی ہیں جس دن میں نے دہلیز پر قدم رکھا۔ اس کی آواز بھرا گئی۔

میرے ایک جملے کی اتنی بڑی سزا۔ اس نے اشک پونچھے۔

وہ جملہ نہیں تھا علم بغاوت تھا۔ یعنی عید کے جوڑے کی اہمیت سے انکار کر کے تم نے ان کی بات کو بے وقعت ثابت کیا تھا۔۔۔

اور جس کے لئے کیا تھا وہ۔۔۔

وہ ہلال جرات دے چکے ہیں۔ اسد نے بات کاٹ کر اس کے پریشان چہرے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔۔

آپ کو تو ہر وقت مذاق ہی سوجھتا ہے۔ اگر آپ چاہتے تو۔۔۔

سچ نیلو۔۔۔میں نے بہت بہانوں سے یہ بات ان تک پہنچائی۔۔۔

ایک روز کہنے لگیں۔ اسد میاں اگر دامادوں کی بیٹیوں کی طرح بلکہ بیٹیوں سے زیادہ عزت کرنا ہمارے خاندان کی روایت نہ ہوتی تو وہ پہلی مرتبہ ہی مجھے دروازے سے واپس کر دیتیں۔۔۔ میں اتنی جلدی جلدی اگر جاتا ہوں تو تمہاری وجہ ہی سے جاتا ہوں۔

ایک روز کہنے لگیں۔۔۔ خاندان بھر کے کم ذاتوں کی طرح تھالی کا بینگن ہو چکا ہے۔ لیکن میں اپنے اصول و روایات نہیں چھوڑ سکتی۔ ارے میرے فیصلے کے خلاف تو کبھی میرے شوہر بھی نہ بولے اور وہ کل کی لڑکی۔۔۔

وہ نہیں مانیں گے چاہے میں مر ہی کیوں نہ جاؤں۔ وہ روتی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی۔۔۔

اسد نے اس کا دکھ اپنے دل میں محسوس کیا تھا۔۔۔) میں بیحد کوشش کر رہا ہوں نیلو(

چاند رات کو وہ بھابی۔۔۔ بھائی میاں۔۔۔ چاند و اسد کے ہمراہ خوش نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اندر دل رو رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے تاج کے ہاں بھی ہو آئی کہ بہن کی۔۔۔ صورت دیکھ کر ہی کچھ سکون ملے گا لیکن وہاں بھی دل نہ لگا۔۔۔ جلدی ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔

کہاں۔۔۔؟ تاج نے حیرانی سے دیکھا۔

بس آپی۔۔۔گھر چلتی ہوں۔۔۔ چاند میاں سے کہیے۔۔۔ چلیں۔۔۔ بغل میں ہی بہن کا گھر تھا مگر وہ وہاں بھی کبھی تنہا نہیں آئی تھی۔۔۔ کہ ماں کے سامنے تو امیج بگڑ چکا ہے کم از کم

سسرال میں تو بنا رہے۔۔۔۔۔

گھر آئی تو بھابی کے ساتھ کام میں مگن ہوگئی۔لیکن دل بہت بجھا بجھا تھا۔۔۔

اسد باتھ روم میں تولیہ لٹکانے آ تو وہ دیوار سے لگی آنسو بہا رہی تھی۔

نیلو۔۔۔

جی۔۔۔؟ وہ بوکھلا سی گئی۔کیوں اس قدر پریشان ہوتی ہو سب ٹھیک ہو جا گا۔۔۔وہ رخ موڑے اشک پونچھتی رہی۔۔۔

چلو تیار ہو جاؤ۔۔۔بازار چلتے ہیں۔۔۔چلو۔۔۔شاباش۔۔۔بھئی۔۔۔بات ماننی ہوگی۔۔

۔

وہ تیار ہونے لگی۔۔۔

ارے نیلو کہاں ہو بھئی۔۔۔تمہارے بھائی میاں بازار سے آ گئے ہیں۔۔۔عید مبارک۔۔۔لو اور دو۔۔۔افشاں بھابی اسے پکارتی ہوئی چلی آئیں۔۔۔

وہ سر پر آنچل ڈال کر جیٹھ کے سامنے چلی آئی۔۔۔

اداب بھائی میاں۔۔۔عید مبارک۔۔۔

عید مبارک بھئی۔۔۔خوش رہو۔۔۔انہوں نے سرخ نوٹ بطور عیدی اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اسی وقت اسد آ گئے۔۔۔

بھابی ہم ذرا بازار تک جا رہے ہیں۔اسد نے ریسٹ واچ کلائی پر باندھتے ہو بتایا۔

ہاں بھئی ضرور جاؤ۔۔۔

اسد اسے لیے ہو نزدیکی شاپنگ سینٹر چلے آئے۔۔۔۔یہ روشنیاں۔۔۔وجیہہ جیون ساتھی کی رفاقت۔۔۔کوئی شے اس کا دل نہ بہلا پائی۔۔۔۔

ایک گھنٹے بعد وہ واپس ہو رہے تھے۔۔۔اسد غیر معمولی طور پر خاموش سے تھے۔

خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتے رہے۔گاڑی دھچکے سے رکی تو وہ چونکی۔کار اس کے میکے کی ڈیوڑھی سے لگی ہوئی تھی۔

اترو۔اسد نے اتر کر اسے بھی باہر آنے کو کہا۔

اسد۔۔۔اس کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔بھئی میں امی جان کو ان کا احسان واپس کرنے آیا ہوں۔وہ چیز جو نہ میری ہے نہ ان کی۔یہ ادھورا سا روگ انہی کو مبارک۔۔۔

وہ کھڑے ہو سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

اترو بھئی۔۔۔وہ لرزتی ہوئی اتر آئی۔

چلو۔

مم۔۔۔میں نہیں جاؤں گی۔وہ کچھ کر بیٹھیں گی۔۔۔آپ دیکھ لیجیے گا۔

مجھے نہیں معلوم۔جب ماں کا دل اتنا سخت ہو سکتا ہے تو میں کس طرح قابل بھروسہ ہو سکتا ہوں۔

۔۔وہ تمہارے خون میں جذب ہیں اور اتنی بے نیاز ہیں۔پھر میرے تمہارے درمیان تو محض

زبانی وکاغذی رشتہ ہے۔ چلو آؤ بھئی۔

اسد کا لہجہ ہر تاثر سے عاری تھا۔۔۔ اس اچانک افتاد نے تو رہی سہی توانائی تھی چھین لی تھی وہ بمشکل اتر آئی۔

اسد نے دستک دی۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے ڈھانچہ سی نصیرہ بیگم کھڑی تھیں۔

اسد نے سلام کیا۔ جواب میں انہوں نے دعائیہ کلمات کہے اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ کار سے نکلی لرز رہی تھی۔

دونوں اندر چلے گئے تو اس نے قدم اٹھا۔

نصیرہ بیگم اسے دیکھ کر ذرا نہ چونکیں۔ تب وہ دیوانہ وار بھاگ کر ان سے لپٹ گئی ار تڑپ تڑپ کر رو دی۔ وہ چند لمحے تو ساکت کھڑی رہیں پھر ضبط نہ کر سکیں۔۔۔ اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔۔۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

اولاد کو ماں باپ کی کمزوری کا پتا ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات بہت ستاتی ہے۔

امی مجھے پتا ہوتا کہ میری وہ بات اتنی بڑی قیامت لے آئے گی۔ مجھے معاف کر دیں۔۔۔

امی۔۔۔ رو رو کر میری آنکھیں خشک ہو گئیں۔۔۔ آپ کو رحم نہ آیا۔ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔

کیوں نہیں آیا۔ بہت آیا۔ اسد میاں آتے رہتے ہیں سب کچھ بتا دیتے تھے۔

میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں نیلی۔ میری ہاں بھی ایک مرتبہ۔۔۔ ہوتی ہے اور نا بھی۔

ان کے انداز میں بے بسی تھی۔۔۔ حالانکہ اس کی وجہ سے بہت دکھ بھی اٹھا میں نے۔۔۔ اسد میاں بہت اچھے ہیں نیلی۔۔۔ اب میں خوش ہوں کہ تو نے ایک جملے کے عوض، اتنا اچھا داماد دیا۔

پھر آپ نے مجھے معاف کیوں نہیں کیا تھا۔۔۔؟

تو آئی تھی معافی مانگنے۔۔۔؟

آپ ہی تو سب سے کہتی تھیں کہ۔۔۔

کہتی تھی ناں۔ ایک بات کہنے کی عادت جو ہے۔ تو آ کر تو دیکھتی۔۔۔ جیسے آج آئی ہے۔

میں ڈر کے مارے اج بھی نہ آتی۔ یہ تو۔۔۔ اس نے اسد کی سمت دیکھا۔

اسد میاں۔۔۔

جی خالہ جان۔۔۔

دیکھو بیٹا۔۔۔ آج تو تم نے اس کو سخت دل ماں کا طعنہ دیا۔ آج کے بعد۔۔۔

تو گویا آپ نے سن لیا۔۔۔ وہ بناوٹی شرمندگی سے بولے۔۔۔ حالانکہ وہ انہیں کھڑکی میں کھڑا دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے انہیں صبح ہی اطلاع کر دی تھی کہ وہ رات تک آئیں گے۔

میں شرمندہ ہوں۔ وہ بناوٹ سے بولے اور باہر چلے گئے۔۔۔ پھر ایک بھاری سا پیکٹ لے کر اندر آئے۔

نصیرہ بیگم مٹھائی لینے باورچی خانے میں چلی گئی تھیں۔واپس آکر تعجب سے پوچھا۔

یہ کیا ہے؟

عید کا جوڑا۔۔۔وہ اطمینان سے بولے۔

عید کا جوڑا۔اے ہے۔مگر کس کا؟وہ متعجب ہوئیں۔

آپ کا۔

ہائیں۔تم کس رشتے سے مجھے عید کا جوڑا دے رہے ہو۔

بیٹے کے رشتے سے۔۔۔اور مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔وہ قطعیت سے بولے۔

عید کے جوڑے کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔

طعنہ دے رہے ہو۔۔۔؟وہ رنجیدہ ہوگئیں۔

خدانخواستہ خالہ جان۔۔۔وہ گھبرا گئے۔۔یہ تو میری خوشی ہے۔یہی جوڑا پہن کر آپ ہماری دعوت ولیمہ میں شرکت کریں گے۔

دعوت ولیمہ۔۔۔وہ حیران ہوئیں۔

جی خالہ جان۔۔۔انہوں نے بھی ایک قسم کھائی تھی اور میں نے بھی کہ ساس کے بغیر ولیمہ نہیں کروں گا۔باہر سے ڈھول ڈھماکوں کی آوازیں آرہی تھیں۔نیلو نے جلدی سے گھبرا کر بات پلٹی۔

یہ کیسی آوازیں آرہی ہیں۔۔۔؟

مجھے تو چوڑیاں ٹوٹنے کی آوازیں آرہی ہیں۔اسد نے کرسی کی پشت سے ٹک کر شرارت سے کہا تھا۔

اختتام--------------------The End